© rasailojaraid.com

حضرت مولانا محمد اسحاق صدیقی
کراچی

اِسلامی عبادات

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھُمّ لَکَ الحمد کالذی تقول وخیرا ممّا نقول و صلّ وسلّم اللّٰھم علی خاتم الانبیاء و امام الاصفیاء محمّدن المصطفٰی ما اختلف الدبور و القبول و انشعبت الفروع من الاصول و علٰی اٰلہٖ و اصحابہٖ و ازواجہٖ و ذرّیّتہ الّذین نالوا رضاک و فازوا بالدّرجٰت العلٰی من المقبول۔

اَمّا بَعْدُ : دینِ اسلام کی عمارت ایمان ویقین کی بُنیاد پر قائم ہے اور بابِ عقائد اس کا اہم ترین حصّہ ہے جو پُورے دین کی اَساس اَور بُنیاد ہے۔ ایمان و ایمانیات کے نام سے ایک مختصر رسالہ اس سے پہلے پیش کر چکا ہوں جو اسلام کے ضروری عقائد کے بَیان پر مشتمل ہے۔ ایمانیات و عقائد کے بعد شعبۂ عبادات سب سے اہم ہے اس لئے فطری ترتیب کے اِعتبار سے عقائد کے بعد عبادات ہی کے بُیان کو دوسرے شعبوں پر مُقدّم ہونے کا حق ہے۔ یہ رسالہ اسی مَوضوع پر ہے۔

عبادت کی اہمیّت :

اِسلام کو پانچ حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے جنہیں ہم اسلام کے شعبے کہتے ہیں۔ اوّل[1] عقائد، دوئم[2] عبادات، سوئم[3] اخلاق، چہارم[4] معاشرت[5]، پنجم[5] معاملات[5]۔

جملہ اسلامی تعلیمات انہیں پانچ شعبوں کے تحت داخل ہیں ان میں سب سے اہم شعبہ عقائد ہے اس کے بعد

---

[1]، [3] : عقائد، عبادات اور اخلاق کا مفہوم تو ظاہر ہے۔ **معاشرت** سے مُراد دین کا وہ حصہ یا شعبہ ہے جسمیں تہذیبی اور ثقافتی احکام اور اعزہ و اقارب وغیرہ کے ساتھ تعلقات و روابط کا بیان ہوتا ہے، شعبۂ **معاملات** میں انفرادی و اجتماعی اعتبار سے انسانوں کے باہمی حقوق و اختیارات اور مالی امور کے متعلق احکام و ہدایات کا بیان ہوتا ہے۔ سیاسیات و معاشیات بھی اسی شعبہ میں داخل ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شعبۂ عبادات کا درجہ سب شعبوں سے بلند و بالا ہے اور اس کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ کیونکہ تخلیقِ انسانی کی حکمت اور حیاتِ انسانی کی غایت اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ○ (اَلذّٰرِيٰت)۔

میں نے انسانوں اور جنّوں کو اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وُہ میری عبادت کریں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بکثرت و تکرار اپنی عبادت کا حکم دیا ہے۔ مثلاً ارشادِ حق ہے :

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ (اَلْبَقَرَہ)

لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم مُتّقی بن جاؤ!

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان خالق و مخلوق کا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق اور ہم مخلوق ہیں۔ اس تعلق کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان کی عبادت کریں نیز یہ کہ عبادت سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے جو خود مطلوب اور عذابِ آخرت سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

عبادت سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو تو مخصوص طور پر اس کا حکم دیا گیا۔ انبیاء کو مخاطب فرما کر ارشاد ہوتا ہے :

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنَ ○ (الانبياء)

بیشک یہ تمہاری جماعت (جماعتِ انبیاء) ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا رب ہوں، پس میری عبادت کرو۔

اس سے ظاہر ہے کہ عبادت کس قدر اہم اور عظیم چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب ترین بندوں یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس کا حکم مخصوص طور پر فرمایا۔

عبادت کی بے قدری کرنے والوں اور اپنے نفس کو اس سے اونچا سمجھنے والوں کو عذابِ شدید کی وعید سنائی گئی۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَيَدْخُلُوْنَ

بیشک جو لوگ میری عبادت سے تکبّر کرتے ہیں وُہ عنقریب ذلیل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ٥ (المومن)	ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

اِن آیات سے روزِ روشن کی روشن ہو جاتا ہے کہ ایمان و عقائد کے بعد اسلام میں سب سے زیادہ اہمیت عبادت ہی کی ہے[1]

یہ آیتیں تو ہم نے بطور نمونہ نقل کی ہیں ورنہ قرآن مُبین میں ان کے علاوہ بکثرت آیات عبادت کی اہمیت اور اُس کے مرتبۂ عظمیٰ کو بیان کر رہے ہیں۔ علیٰ ھٰذا احادیث میں بھی یہ مضمون بکثرت و تکرار بیان فرمایا گیا ہے۔ اتنی آیات کا نقل کر دینا بھی کافی ہے۔ مزید آیات اور ان کے ساتھ احادیث نقل کرنے میں طوالت کا خطرہ ہے۔ تاہم اِس سلسلہ میں یہ بات اپنی مخصوص افادیت کی وجہ سے قابلِ ذکر ہے کہ اِسلام نے جس سیاسی نظام کی تعلیم دی ہے اور جو نظامِ خلافت کے نام سے مشہور ہے اُس کے قیام کا حقیقی مقصد بھی اسلامی نظامِ عقائد و عبادات کا تحفظ، اس کی بقاء اور اس کی اشاعت ہی ہے۔ قرآن مجید میں اس کی صراحت موجود ہے۔ مندرجہ ذیل آیت پر نظر کیجئے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ٥ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ٥ (الحج)۔	یہ لوگ (یعنی صحابہ کرامؓ) ایسے ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین پر اقتدار عطا فرمائیں تو یہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے، نیک کاموں کا حکم دیں گے اور بُرے کاموں سے منع کریں گے اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

صحابہ کرامؓ کی مدح و ستائش کے پیرائے میں بتا دیا گیا کہ نظامِ خلافت کا اصل مقصد عبادت کی اشاعت، ترویج اور حفاظت ہے۔ چونکہ عبادت بغیر ایمان کے بے کار اور نامقبول ہوتی ہے اس لئے ایمان کی حفاظت و اشاعت اس کے لئے لازم ہے۔ اِسی طرح ان عقائد کی حفاظت و اشاعت بھی حکومتِ اسلامیہ کے مقاصد میں داخل ہوگی، جو ایمانیات میں تو داخل نہیں مگر ان میں فساد اور خلل کی وجہ سے عبادت ناقص رہتی ہے۔ اِس قسم میں وہ عقائد داخل ہیں جن میں فساد کی وجہ سے آدمی کافر نہیں ہو جاتا مگر مسلکِ اہلِ سُنّت سے نکل جاتا ہے اور گمراہ کہلاتا ہے۔ مثلاً کسی صحابیؓ

---

[1] چونکہ عبادت میں اخلاص پیدا کرنے کے لئے اِصلاحِ اخلاق ضروری ہے اِس لئے اِس اعتبار سے ایمان و عقائد کے بعد اخلاق کی اہمیت عبادت سے بھی بڑھ کر ہے لیکن فی نفسہٖ عبادت کا مرتبہ بلند ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے بدگمانی رکھنا مسلکِ اہلسنت کے خلاف ہے۔ ہمارا مسلک یہ ہے کہ ہر صحابی اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اور اُن سب اولیاء اللہ سے افضل و برتر ہیں جو نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف نہیں ہوئے۔ حکومتِ اسلامیہ کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ صحابۂ کرامؓ سے ساتھ قوم کی عقیدت و محبت قائم رکھنے کی کوشش اور اس عقیدت کی حفاظت کرے۔ جب اس قسم کے عقائد کی حفاظت حکومت کا فرضِ منصبی ہے اور اس کا مقصدِ وجود ہے تو ایمانیات کی حفاظت واشاعت تو بدرجۂ اولیٰ اس پر فرض ہوگی۔ مثلاً عقیدۂ توحید اور عقیدۂ ختمِ نبوت کی حفاظت و اشاعت اس کے اہم ترین فرائض میں داخل ہوگی۔

آیت کی اتنی تشریح تو ضمناً کردی گئی جو ضروری بھی تھی اور مفید بھی۔ اس جگہ اصلی مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ عقائد کے بعد سیاست و معاش وغیرہ دین کے جملہ شعبوں سے زیادہ اہمیت و عظمت شعبۂ عبادت کو حاصل ہے۔ یہاں تک کہ شعبۂ خلافت و حکومت کا مقصدِ وجود بھی تحفظِ عقائد اور ترویجِ عبادت ہے۔

اس سے آپ کو یہ معلوم ہوگیا ہوگا کہ جو شخص یہ کہے کہ نماز روزہ وغیرہ عبادات کا اصل مقصد "نظامِ خلافت" چلانے کی تربیت حاصل کرنا ہے اور یہ اعمال خود مقصود نہیں، وہ یقیناً غلط کہتا ہے اور گمراہی میں مبتلا ہے۔ اس کی گمراہی آیتِ مذکورہ سے بالکل ظاہر ہے۔ کیونکہ اس میں اس کے برعکس نماز و زکوٰۃ وغیرہ عبادات کو قیامِ خلافت کا مقصد بتایا گیا ہے۔

فطرت اور عبادت :

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا کیوں ضروری ہے؟ یہ سوال درحقیقت پیدا ہی نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت مخلوق کی فطرت کا تقاضا ہے۔ عبدیت اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا رُجحان و میلان انسان کی فطرت میں موجود ہے جو کسی طرح اس سے زائل نہیں ہو سکتا۔ جس طرح کھانے پینے اور سانس لینے کے تقاضے بالکل فطری ہیں اور یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ کھانے پینے اور سانس لینے کی کیا ضرورت ہے؟ اسی طرح عبادتِ الٰہی کا تقاضا بھی بالکل فطری ہے اور یہ سوال بالکل لغو ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت کیوں کرے؟

بھوک، پیاس جسمانی تقاضے ہیں ان کا احساس ہمارا جسم کرتا ہے۔ عبادت کا تقاضا رُوحانی ہے اس لئے ہمیں اس کا احساس اور شعور نہیں ہوتا۔ جب رُوحانی حس بیدار ہو جاتی ہے تو اس کا احساس بھی اسی طرح ہونے لگتا ہے جس طرح بھوک اور پیاس کا۔ مگر غور کرنے سے یہ حقیقت خوب روشن ہو جاتی ہے کہ عبادت بھی انسانی فطرت کا تقاضا اور اس کی روحانی غذا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہر آدمی اپنے والدین سے محبّت اور ان کی تعظیم و تکریم کرتا ہے اس کے لئے کسی وجہ کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی کیونکہ یہ ایک طبعی چیز اور انسانی فطرت کا تقاضا ہے مگر غور کرنے سے اس طبعی تقاضے کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کا وجود اپنے ماں باپ کے وجود کا رہینِ منّت ہوتا ہے۔ ہر آدمی جانتا ہے کہ اگر میرے والدین نہ ہوتے تو میں بھی نہ ہوتا، بغیر والدین اولاد کا کوئی تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔ اس کے ساتھ جب اسے ان کے احسانات کا علم ہوتا ہے تو اس محبت و تعظیم میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

محبت اور تعظیم والدین کے اس سبب کی طرف عام طور پر کسی کا ذہن نہیں جاتا مگر اس سے بے خبر رہنے کے باوجود آدمی کا دل ان کی طرف کھنچتا ہے اور وہ ان کی عظمت کا وزن اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔ اسی لئے اس کا قائل ہونا پڑتا ہے کہ والدین کی محبّت و تعظیم طبعی اور فطری ہے۔

اس مثال کے آئینہ میں اس حقیقت کا چہرہ بالکل صاف نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبّت اور عبادت کا جذبہ انسان کی فطرت میں داخل اور اس کا بہت اہم تقاضا ہے۔

ہمارا وجود اللہ تعالیٰ کے حکم اور انہیں کی مشیت سے ہوا۔ والدین اور ان کے دل میں اولاد کی محبّت بھی اللہ تعالیٰ ہی کا عطیہ ہے۔ وہی سب کے خالق اور مالک ہیں۔ وہی روزی دینے والے اور سب کی حاجتیں پوری کرنے والے ہیں۔ جتنی نعمتیں ہمیں حاصل ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کا عطیہ ہیں، بغیر ان کے حکم کے کوئی چیز بھی کسی کو نہیں مل سکتی۔ واقعہ یہ ہے کہ انہیں کا احسان صحیح معنیٰ میں احسان ہے۔ اور ان کے احسانات بے شمار ہیں۔ تو کیا ہماری فطرت کا یہ تقاضا نہیں کہ ہم ربّ العزّت جلّ جلالہٗ کی عبادت کریں؟ اور ان کی محبّت کا دم بھریں۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کا تقاضائے فطرتِ انسانی ہونا ایک روشن حقیقت ہے جس کا جلوہ ہر شخص دیکھ سکتا ہے مگر غفلت کے پردے اس حقیقت کو مستور کر دیتے ہیں۔ جیسے معدے کے بعض امراض میں بھوک مر جاتی ہے اور مریض کو غذا کی خواہش نہیں ہوتی، حالانکہ غذا کی طرف میلان ایک فطری تقاضا ہے اسی طرح عبادت کا تقاضا اور اس کی خواہش معدوم ہو جانے سے اس کی ضرورت نہیں معدوم ہو جاتی۔ اور اگر عبادتِ الٰہی سے، جو روح کی غذا ہے، اسے محروم رکھا جائے تو روح بھی کمزور ہو جاتی ہے۔ جسمانی غذا سے محرومی جسم کی ہلاکت پر منتج ہو جاتی ہے تو عبادت سے محرومی روح کو ہلاک کر دیتی ہے۔

محبّت کے علاوہ شکر گزاری کا شریفانہ اور فطری جذبہ بھی عبادتِ الٰہی کا محرّک ہے آپ پر کوئی احسان کرے تو طبعی طور پر آپ کے دل میں احسان مندی اور شکر گزاری کی کیفیت پیدا ہوگی۔ یہ ایک شریفانہ جذبہ ہے جس سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محروم ہونا بہت بڑا عیب سمجھا جاتا ہے۔ ناشکرگزار اور احسان فراموش شخص لوگوں کی نگاہ سے گر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بے پایاں احسانات پر نظر کرکے یہی شکرگزاری اور منت پذیری کی فطری کیفیت طبعی طور پر اُبھرتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جتنی بھی نعمتیں ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں اس لیئے ہر شکر کے مستحق درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی ہیں ہمارے ربّ کریم کے احسانات اِتنے ہیں اور اس قدر عظیم ہیں کہ ان کا پورا شکر ادا کرنا بندے کی طاقت سے باہر ہے۔ بندہ عبادت کرکے شکر ادا کرنے کی کوشش اور ادائے شکر سے اپنی عاجزی و درماندگی اور اپنی انتہائی پستی و بیچارگی کا اِقرار و اعتراف قول و عمل سے کرتا ہے۔ یہ اسکی فطرت کا تقاضا اور اس کے حقیقی محسن و منعم یعنی اللہ تعالیٰ شانہٗ کا حق ہے۔

شکرگزاری کے فطری جذبہ کی وجہ سے ربّ العالمین کی عبادت کا فطری شوق و میلان بھی ہر شخص میں موجود رہتا ہے مگر جس طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت اور اللہ تعالیٰ کی بے مثال عظمت کا احساس غفلت کے پردے میں چھپ جاتا ہے اور مادّی خواہشوں کے غالب ہونے کی وجہ سے ظاہر نہیں ہوتا، اسی طرح شکرگزاری کا یہ رُوحانی تقاضا بھی بعض اوقات غلط خیالات و افکار اور بُرے عادات و خصائل کی وجہ سے کمزور اور پوشیدہ ہوجاتا ہے۔

عبادت کی حقیقت :

یہ تو معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اِنسانی فطرت میں عبادتِ الٰہی کی خواہش پائی جاتی ہے۔ گذشتہ سطروں میں اس کی جو وضاحت کی گئی ہے اس سے عبادت کی حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

صِرف اَللّٰہ تعالیٰ ہمارے "رَبّ" اور ہماری سب حاجتیں پُوری کرنے والے ہیں۔ انہی نے ہمیں پَیدا کیا اور وُہی ہمیں زندہ رکھتے ہیں، وُہی ہمارے خالق و مالک ہیں۔ اسی حقیقت کا اِدراک ہمارے دل میں ان کی محبّت و عظمت اور اُن کے شکر کے جذبات پَیدا کرتا ہے۔ یہی محبت اور شکر کے جذبات اِس طرح ظاہر ہوتے ہیں کہ ہم ان کی اَیسے درجہ کی عظمت کا اِعتراف و اظہار کرتے ہیں جس کے اُوپر عظمت اور بڑائی کے کسی درجہ کا تصوّر بھی نہیں ہوسکتا۔ اس عظمت پر نظر کرنے اور اس کا اعتراف کرنے کے معنٰی ہی یہ ہیں کہ ہم اس کے مقابلے اپنے لیئے ایسی پستی کا اقرار کرتے ہیں جس سے نیچے پستی کا کوئی درجہ سمجھ میں نہیں آتا۔ ہم اللہ تعالیٰ کی عظمتِ لا اِنتہا اور اپنی انتہائی پستی کا اقرار کرتے ہیں، انہی دونوں حقیقتوں کو اپنے قول و عمل سے ظاہر کرنا **عبادت** کہلاتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی عظمتِ بے پایاں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی اِنتہائی پستی و عاجزی کا عملی و قولی اقرار و اعتراف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عبادتِ الٰہی کی اہمیت

جب بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو وہ اپنے کام سے اپنی اس دلی کیفیت اور اپنے اس ایمان و یقین کو ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی غیر محدود، بے مثال اور لا انتہا ہے۔ کائنات میں کوئی بھی ایسا نہیں اور نہ ہو سکتا ہے جو ربّ العالمین کی عظمت اور بڑائی کی حد معلوم کر سکے یا اس کا پورا تصوّر کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اُس کی عظمت بلکہ ہر صفت عقل و فہم کی رسائی اور اسکی حدود و طاقت سے باہر اور بلند ہے۔ ایسی عظیم ہستی کے سامنے، جس کی عظمت بے پایاں اور لا انتہا ہو، بندہ لامحالہ اپنی اور ساری کائنات کی ہستی کو بالکل بے حقیقت سمجھتا ہے اور اپنے عمل سے اپنے اس اعتراف و اقرار کی کیفیت کا اظہار کرتا ہے۔ اسی عمل کا نام جس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی لامحدود و بے مثال عظمت و قدرت اور اپنی پستی و عاجزی کے یقین و ایمان کی کیفیت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔

عبادت کا طریقہ :

یہ تو واضح ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا انسان کی فطرت کا تقاضا ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ عبادت کس چیز کا نام ہے ؟ اس کے بعد یہ خیال خود بخود سامنے آتا ہے کہ عبادتِ الٰہی کا طریقہ کیا ہے ؟ اور ہم کس طرح اپنے رب کی عبادت کریں ؟

یہ سوال اہم ہے۔ کیونکہ جس طرح دُنیا میں کسی بادشاہ کے دربار میں جانے کے طور طریقے حاضر ہونے والے نہیں مقرر کیا کرتے بلکہ خود بادشاہ مقرر کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کا طریقہ مقرر کرنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے اور صرف انہی کو اس کا حق اور اختیار ہے۔ عقل اس بارے میں عاجز ہے اور سوا اللہ تعالیٰ کے کسی کو اس کا طریقہ مقرر کرنے کا حق بھی نہیں۔ خواہ وہ انسانی عقل ہو یا اور کسی مخلوق کی عقل۔

تعلیم بذریعہ انبیاء علیہم السّلام :

اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا طریقہ عام انسانوں اور جنّوں کو اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعے سکھایا۔

حضرت آدم علیہ السّلام پہلے نبی ہیں۔ ان کے بعد بکثرت انبیاء و مرسلین آتے رہے اور ان پر وحی ربّانی نازل ہوتی رہی۔ ان میں سے بعض پر مستقل کتابیں نازل فرمائی گئیں اور بعض پر کوئی مستقل کتاب نہیں نازل ہوئی مگر وحی سب پر نازل ہوئی۔ یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور اُن پر قرآن کریم نازل فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ اب ہر انسان اور جن پر قیامت تک

© rasailojaraid.com

صرف قرآن کریم اور خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا طریقہ بھی ہمیں قرآن مجید اور سُنّتِ نبیِ کریم ہی سے معلوم ہوا۔

ہمیشہ کے لئے ہدایتِ اُمت کا اِنتظام :

نبیِ کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے :

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله و سُنّة رسوله (موطا امام مالک، ج: ۱، ص: ۳۸۹)	مَیں تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑتا ہوں تم جب تک ان دونوں کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہوگے تو اُس وقت تک گمراہ نہیں ہو سکتے، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا سے تشریف لے گئے تو قیامت تک اُمت کی ہدایت کے لئے دو چیزیں چھوڑ کر گئے۔ کتاب اللہ یعنی قرآن مجید اور سُنّتِ رسول یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ آنحضور کے اقوال اور اعمال، جو حدیث کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ دین کی ہر بات کا سرچشمہ یہی دونوں چیزیں ہیں۔ انہیں کو بعض روایتوں میں ثقلین، یعنی دو بھاری چیزیں بھی کہا گیا ہے۔ ان دو کے سوا کوئی چیز بھی علمِ دین کا اصل ذریعہ نہیں۔

اِن دونوں چیزوں کو منتقل کرنے والے اور اُن پر عمل کرکے اُن کی عملی تشریح فرمانے والے صحابۂ کرام ؓ ہیں۔ اِس لئے صحابہ کے ساتھ محبت و عقیدت رکھنا لازم ہے۔ وہی ہمارے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان سب سے بڑا واسطہ ہیں۔ صحابہ ؓ کرام کی اِتباع اور پیروی ہی سے قرآن و سُنّت کی پیروی ہو سکتی ہے اور انہیں کی تشریح و تفسیر کے مطابق کتاب و سُنّت کی پیروی قیامت تک اُمت کے لئے کافی ہے۔ ان کے علاوہ کسی چیز کی ہمیں ضرورت نہیں۔

اِس بیان سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ مُسلمان ہونے کا دعوٰے کرنے والے ایک گروہ کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بارہ امام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُمت کی ہدایت کے لئے مقرر ہوئے، بالکل غلط اور باطل ہے۔ اِمام کے معنیٰ مقتدا اور پیشوا کے ہیں۔ اِس معنیٰ میں ہر صحابی ؓ پوری اُمت کے امام یعنی مقتدا اور پیشوا ہیں، ان کے بعد بھی بکثرت ائمہ ہوتے رہے اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ گویا لاکھوں امام ہو چکے ہیں اور لاکھوں آئندہ ہوں گے مگر نبی کی طرح کسی کا منصبِ امامت پر اللہ کی طرف سے فائز ہونا بالکل غلط ہے۔ ان معنیٰ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمارا کوئی امام نہیں۔ امامت کا نظریہ اور بارہ امام کا عقیدہ بالکل باطل اور خالص گمراہی ہے۔

بعض حدیثوں میں قرآن مجید اور سُنّتِ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو "ثَقَلَین" کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

© rasailojaraid.com